محبت کی راہیں سیکھنی ہیں تو آنحضرت ﷺ ہی سے سیکھی جائیں گی۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 / جولائی 1996ء بمقام بیت الرحمٰن واشنگٹن۔ امریکہ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(آل عمران: 32)

پھر فرمایا:

آج میرا خیال تھا کہ محبت الٰہی کے تعلق میں ہی ایک مضمون کو جو میں پہلے شروع کر چکا ہوں آگے بڑھاؤں گا لیکن بیچ میں کچھ اور باتیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً مجھے مرکز سے یہ اطلاع ملی ہے کہ ہمارا پہلا مالی سال ختم ہو کر دوسرا شروع ہو رہا ہے اور نئے سال کا آغاز جولائی کے پہلے ہفتے ہی میں کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں مَیں پچھلی دفعہ بھی یہ گزارش کر چکا ہوں کہ اب ہم نے کچھ طریق کار بدلا ہے۔ اگرچہ اگلے مالی سال کا اعلان تو آج ہی ہوگا لیکن مالی تفاصیل اور مختلف ممالک کے چندوں کے موازنے آج نہیں ہوں گے بلکہ جلسہ سالانہ کی جو اعداد و شمار کی تقریر ہوا کرتی ہے جس میں سارے سال کے کوائف پیش کئے جاتے ہیں اسی دوران انشاء اللہ اس سال بھی وہ کوائف پیش کئے جائیں گے۔ صرف ربوہ سے آئے ہوئے اعداد و شمار کی لاج رکھتے ہوئے پاکستان کی تین بڑی جماعتوں کا موازنہ آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے سارے پاکستان میں اہل ربوہ کو مالی سال میں سب سے زیادہ بجٹ ادا کرنے کی توفیق ملی ہے اور جماعت ربوہ کراچی سے بھی آگے بڑھ گئی ہے اور لاہور سے بھی اور

جماعت لاہور کراچی سے آگے بڑھ گئی ہے۔ یہ تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ جو پیچھے رہ جانے والی جماعتیں ہیں ان کو اپنی فکر کرنی چاہئے۔ مگر جہاں تک نیکی کی دوڑ کا تعلق ہے اس میں جو بھی آئے وہ خدا ہی کا گھوڑا ہے جو اول آ رہا ہے۔ وہ ایک کہہ لیں یا دو کہہ لیں یا تین کہہ لیں مگر ہیں تو سب خدا ہی کے گھوڑے، سب پر خوشی ہوتی ہے۔ وہ جو مثال عرب گھوڑوں والی میں نے پہلے بھی آپ کے سامنے رکھی غالباً اس سے پہلے دو تین دفعہ اس کا ذکر کر چکا ہوں مگر ہے بہت پیاری اور چندوں کے مقابلوں کے تعلق میں وہ بیان کر دی جائے تو دلوں میں ایک تحریک پیدا ہو سکتی ہے۔

ایک عرب کو اپنا ایک گھوڑا بہت پیارا تھا جو کبھی کسی گھوڑے سے ہارا نہیں تھا اور جتنے بھی عرب میں مقابلے ہوئے ان میں ہمیشہ وہی اول آتا تھا۔ ایک اسی کا نمبر دو گھوڑا تھا جو نمبر دو آیا کرتا تھا۔ چوروں کو بھی بڑے فن آتے ہیں اور جو مویشیوں کے چور ہیں وہ تو بڑے ماہر ہوتے ہیں اپنے فن کے۔ ہم چونکہ جھنگ میں آباد ہیں، ربوہ جھنگ میں آباد ہے جو چوروں کا گڑھ ہے خاص طور پر مویشی چوروں کا، تو مجھے پتا ہے بڑے بڑے ماہر فن لوگ ہیں یہ۔ تو ایک چور نے اس کا نمبر ایک گھوڑا چرا لیا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو اس وقت تک وہ اس گھوڑے پر سوار ہو کر آگے جا چکا تھا۔ اس نے اپنے نمبر دو گھوڑے کو پکڑا اور اس کے پیچھے بھگایا چونکہ وہ گھوڑوں کے مزاج کا واقف تھا اس لئے باوجود اس کے کہ گھوڑا نمبر دو تھا اس مالک کے اشاروں کو زیادہ سمجھتا تھا اس لئے وہ پہلے گھوڑے کے قریب آ گیا۔ جب وہ اس کو پکڑنے لگا تو اس کو خیال آیا کہ او ہو میرا گھوڑا تو کبھی کسی سے نہیں ہارا۔ کیا آج یہ میرے نمبر دو گھوڑے سے ہار جائے گا۔ تو چور کو کہا جا اسی خاطر میں تجھے چھوڑتا ہوں کہ میں اپنے گھوڑے کو بے عزت نہیں کرنا چاہتا، اس کا ریکارڈ نہیں توڑنا چاہتا کہ وہ کبھی کسی سے نہیں ہارا۔

تو جب جماعتیں مجھے لکھتی ہیں کہ ہمارے لئے دعا کرو کہ ہم اوّل آئیں اور ہم اپنی اوّلیت کو برقرار رکھیں تو مجھے یہ لطیفہ یاد آ جاتا ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ سارے ہی گھوڑے خدا کے گھوڑے ہیں۔ سارے اس کو پیارے ہیں۔ جو بھی آئے ہمیں اس کی خوشی میں شریک ہونا چاہئے لیکن آپس میں بہرحال ان کی کوشش یہی ہونی چاہئے کہ وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جائیں۔ جو عالمی مقابلے ہو رہے ہیں مال کے ان میں انشاء اللہ میں جماعت امریکہ کے کوائف بھی آپ کے سامنے رکھوں گا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ان جماعتوں میں ہے جو بڑی تیزی سے مالی قربانی میں آگے بڑھ رہی

ہیں۔سردست مختصراً میں اس سال کے دو سالانہ جلسوں پر تبصرہ کرتا ہوں ۔ایک کینیڈا کا اور ایک جماعت یونائیٹڈ سٹیٹس کا۔

کینیڈا کا جلسہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر پہلو سے بہت کامیاب رہا۔انتظامات میں کچھ نقائص جو پیدا ہوتے رہے اس میں بعض مجبوریاں بھی درپیش تھیں مگر جہاں تک کارکنوں کا تعلق ہے بہت ہی اخلاص سے انہوں نے کام کئے ہیں ۔ایک بھی واقعہ کسی بدمزگی کا نہیں آیا اور ہر ایک نے اطاعت کو درجہ کمال تک پہنچایا ہے۔اس پہلو سے کینیڈا کا جلسہ خاص طور پر طبیعتوں پر اثر انداز تھا۔دوسرا پہلو جو کینیڈا کا خصوصی ہے جس میں کینیڈا ہمیشہ ہی امریکہ سے آگے بڑھا ہے وہ ایسے غیروں سے روابط ہیں جن پر وہ سارا سال نیک اثر ڈالتے ہیں اور جب وہ ہمارے جلسوں میں شریک ہونے کے لئے آتے ہیں تو پہلے ہی دل ان کے جماعت کی طرف مائل ہوئے ہوتے ہیں۔اس کے نتیجہ میں جلسے میں شامل ہو کر ان کے اندر بڑی تیزی سے پاک تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں اور پھر ہمیشہ اپنے تعلق کو نبھاتے ہیں۔

اس پہلو سے امریکہ کے جلسے میں اگرچہ غیر بھی آئے ،متاثر بھی ہوئے لیکن ان کی بڑی تعداد وہ تھی جن سے تمام سال تعلق نہیں رکھا گیا بلکہ ان میں ایک اجنبیت سی تھی اور شاید یہ امریکہ کے مزاج کی بات ہے کہ دوستی جلدی کر بھی لیتے ہیں اور جلدی بھلا بھی دیتے ہیں۔مگر وہ جو ایک مستقل تعلق کی لہریں ہیں وہ ان کے دلوں سے نکلتی ہوئی محسوس نہیں ہوئیں۔جبکہ کینیڈا میں غیر معمولی انسانی جذبے کے ساتھ ان کے دلوں سے لہریں نکلتی ہیں جو دلوں کو گرماتی ہیں اور ان کو میں نے اس پہلو سے مبارکباد بھی دی ہے کہ آپ نے جو نیکی کی باتیں جب بھی سنی ہیں بڑی غیر معمولی سنجیدگی کے ساتھ ان پر لبیک کہا ہے اور باقی ممالک میں کم ہیں جن کے متعلق میں کہہ سکتا ہوں کہ ان کو نیک مشورے دیئے جائیں تو وہ واقعۃً سنجیدگی سے ان کا جواب دیں۔اس پہلو سے ان کو ایک فوقیت حاصل ہے کہ ان کے سیاست دانوں میں انکسار پایا جاتا ہے کوئی رعونت میں نے نہیں دیکھی۔جب بھی اور بارہا ایسا ہوا ہے جب بھی ان کو کوئی ایسا مشورہ دیا جو ان کے لئے اور انسانیت کے لئے مفید ہے تو بڑھ چڑھ کر انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ ہاں ہم اس بات کو نوٹ کر رہے ہیں اور اس پر عمل کریں گے اور بعد میں ان کی تقاریر سے اور جو پروگرام انہوں نے اپنی قوم کے لئے تجویز کئے ان سے صاف کھل جاتا تھا کہ محض منہ کی باتیں نہیں تھیں دل کے جذبے سے وہ ایسا کہا کرتے تھے۔یہاں تک کہ ان میں

مرکزی وزراء بھی ایسے ہیں اور جو ایک صوبہ کے وزیر اعلیٰ بنے ان کا بھی یہی حال ہے۔ جب میرا خطاب ختم ہوا تو مجھے اٹھ کر انہوں نے کہا کہ دیکھیں آپ نے جو باتیں کہی ہیں میرے دل پہ نقش ہوگئی ہیں اور آئندہ ہم اس پر عمل کریں گے اور واقعۃً پھر انہوں نے جو پروگرام بنایا اس میں انہوں نے اسی طرح اُس وعدے کو پورا کیا اور اس لئے کہ ان کے حق میں تھا۔ اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اچھی بات جہاں سے ملے اسے قبول کرنا انسان کی بڑائی کے خلاف نہیں بلکہ بڑائی کی نشانی ہے اور یہی وہ مضمون ہے جسے آنحضرت ﷺ نے مومن کو سکھایا کہ

''الحکمۃ ضآلۃ المؤمن''

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الحکمۃ)

کہ حکمت کی بات تو مومن کی گمشدہ اونٹنی ہے جہاں بھی ملے اپنی سمجھ کے لے لے۔ اوپرا پن محسوس نہ کرے کہ غیر سے میں نے حکمت سیکھی تو گویا میں ذلیل ہو جاؤں گا۔ جس کی اپنی چیز گمی ہوئی ملے وہ اس کو حاصل کرنے سے ذلیل تو نہیں ہوا کرتا۔ پس حکمت تمام بنی نوع انسان میں سانجھی ہے اور خصوصیت سے مومنوں کا خاصہ ہے کہ وہ پر حکمت باتیں کریں اور پر حکمت باتوں کو اپنائیں۔

پس اس حوالے سے میری امریکہ کو یہ نصیحت ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ترقی ہے لیکن اب ایسے پروگرام بنائیں کہ جب اہل امریکہ سے آپ لوگوں کے ذاتی روابط سنجیدگی سے اور اخلاص کے ساتھ آگے بڑھیں یہاں تک کہ وہ آپ کا اثر قبول کرنے لگیں اور جب تک ہم امریکہ پر اثر انداز نہیں ہوتے تمام بنی نوع انسان پر اثر انداز ہونا بہت مشکل کام ہے۔ اس دفعہ جب کینیڈا کو میں نے بعض باتیں سمجھائیں تو ان کو یہی کہا تھا کہ آپ اگر ان باتوں پر عمل کریں تو تمام دنیا کی سیاست کے لئے ایک اچھی مثال قائم ہوگی مگر دوسرے سیاست دان ممالک ضروری نہیں ہے کہ کینیڈا کی پیروی کریں لیکن امریکہ اس پہلو سے ایک فوقیت رکھتا ہے اور بھاری امکان ہے کہ جو لوگ امریکہ سے متاثر ہیں اور بڑی بڑی حکومتیں امریکہ سے متاثر ہیں اگر یہاں کے سیاست دان سنور جائیں تو وہ بھی اپنے انداز تبدیل کر لیں گے۔ وہ تو ایسے عاشق ہیں امریکہ کے کہ اس کی ہر برائی کو قبول کرنے پر بھی تیار ہیں۔ اگر خوبیاں بھی پیدا ہو جائیں تو کیوں ان خوبیوں کو نہیں اپنائیں گے۔

امریکہ کے جلسے کی حاضری اللہ تعالیٰ کے فضل سے حیرت انگیز طور پر خوشکن ثابت

ہوئی۔امیر صاحب نے مجھے بتایا کہ گزشتہ سال اجتماع پہ تقریباً تین ہزار(3000) مہمان تشریف لائے تھے یعنی کل حاضری تین ہزار(3000) تھی باہر سے آنے والوں سمیت اوراس سال انہوں نے اندازہ لگایا کیونکہ میری آمد متوقع ہے اس لئے ڈیڑھ ہزار(1500) کا اضافہ کر دیا جائے اور ساڑھے چار ہزار(4500) کے اندازے پر انہوں نے کھانوں کے سامان خریدے اور تیاریاں کیں اور کھانا کھانے والوں کی آخری حاضری سات ہزار تک پہنچ چکی تھی خدا کے فضل سے اور یہ جو حاضری ہے یہ قطعی اور یقینی ہے۔اس میں اضافہ ہوسکتا ہے کمی نہیں کیونکہ وہ لنگر جہاں سالن تقسیم ہوتے ہیں اور روٹیاں دی جاتی ہیں وہاں بعض دفعہ ایک کی بجائے دو یا تین حاضریاں بھی لکھوا دی جاتی ہیں۔بعض ہمارے زمیندار بہت کھانے والے بھی ہیں وہ پانچ پانچ چھ چھ حاضریاں لکھوا کر اپنا پیٹ بھرتے تھے اور یہ گناہ نہیں تھا۔وہ کہتے تھے تمہاری دو روٹیوں سے ہمارا کیا بنے گا اس لئے سات آدمیوں کا کھانا دو تو پھر ہمارا پیٹ بھرے گا تو ہم دے دیتے تھے مگر تعداد بڑھ جایا کرتی تھی اور ہمیشہ یہ خطرہ رہتا تھا کہ جو تعداد لنگر کی پرچی کی ہے اصل مہمانوں کی اس سے کم ہوگی لیکن یہاں تو کوئی ایسا سوال نہیں۔یہاں برعکس صورت ہوتی ہے۔بعض دفعہ مہمان یہاں کھانا نہیں کھاتے ان کے اپنے انتظامات ہوتے ہیں وہاں چلے جاتے ہیں۔پس اس پہلو سے بہت ہی خوشکن حاضری تھی۔سات ہزار کی حاضری امریکہ کے لئے ایک نیا سنگ میل ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ اسے اور آگے بڑھانے کی توفیق بخشے اور آگے بڑھانے میں یاد رکھیں تبلیغ کے ذریعے آگے بڑھیں۔پیدائش کے ذریعے تو آپ بڑھتے ہی ہیں۔جو نہیں بڑھتے ان کو میں ملاقات کے دوران سمجھا دیتا ہوں اور حوالہ دیتا ہوں ایسا جس کا انکار کر نہیں سکتے۔

> آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم شادی کیا کرو تو ولوداً وودوداً عورتوں سے شادی کیا کرو۔ایسی عورتیں جو ودود بھی ہوں یعنی بہت پیار کرنے والی ہوں اور ولود ہوں جو بچے بھی بہت دیں تا کہ میری امت بڑھے۔

(سنن أبی داؤد، کتاب النکاح ،باب النهی عن تزویج من لم یلد من النساء)

یہ بہت ہی ایک پیاری توقع ہے۔پس جب میں کچھ بے چینی کے آثار دیکھتا ہوں تو یہ حوالہ دے دیتا ہوں اور اللہ کے فضل سے باقی کام یہ حوالہ کر دیتا ہے تو بڑھیں بے شک اور وہ تو بڑھنا ہی ہے

انشاء اللہ یعنی اولاد کے ذریعے۔ مگر جو تبلیغ کے ذریعے بڑھنا ہے وہ آج وقت کی ضرورت ہے۔ سب سے زیادہ بڑی ضرورت تبلیغ کے ذریعے بڑھنا ہے اور اس سال خدا کے فضل سے امریکہ میں اس پہلو سے ترقی کے آثار دکھائی دیئے ہیں اور بہت سے نئے چہرے جو افریقن امریکنوں کے بھی تھے اور سفید امریکنوں کے بھی، وہ سارے خدا کے فضل سے احمدیت کے رنگ میں رنگین ہو چکے تھے۔ ان میں کوئی تفریق باقی نہیں رہی تھی۔ بہت ہی محبت و خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے پھرتے تھے تو یہ تمام عالم کو ایک بنانے کا نسخہ ہے جو احمدیت کے سوا اور کہیں نصیب نہیں ہے۔ اللہ کرے اس پہلو سے آپ امریکہ کو بھی ایک قوم بنا دیں اور امریکہ کے حوالے سے ہم کل عالم کو ایک قوم بنانے میں کامیاب ہو سکیں۔

اب میں اس مضمون کی طرف آتا ہوں جو آنحضرت ﷺ کے تعلق میں قرآن کریم نے ہمارے سامنے رکھا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ تو کہہ دے کہ اگر تم واقعۃً اللہ سے محبت کرتے ہو تو پھر محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کرو۔ یعنی خدا مخاطب ہوتا ہے محمد رسول اللہ ﷺ سے اور فرماتا ہے کہ تو کہہ دے بنی نوع انسان سے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنے کے دعوے دار ہو، واقعۃً محبت کرتے ہو تو پھر میری پیروی کرو تب اللہ تم سے محبت کرے گا ورنہ تمہاری محبت رائیگاں جائے گی۔ پس آنحضرت ﷺ کے حوالے سے اللہ کی محبت کو سمجھنا ہمارے لئے ضروری بھی ہے اور اس محبت کو نہایت ہی آسان اور پرلطف بنا دینے والا ہے۔

اس میں فَاتَّبِعُوْنِيْ کا جو چیلنج ہے وہ محض اس لئے نہیں کہ جیسے فخر میں کہا جاتا ہے کہ میری پیروی کر کے دکھاؤ۔ آنحضرت ﷺ کا جو مزاج ہے خدا تعالیٰ آپؐ کو خطاب کرتے ہوئے ہمیشہ اس مزاج کو بھی ملحوظ رکھتا ہے۔ آپؐ کے مزاج میں کوئی تفاخر نہیں تھا۔ جب بھی آپؐ ان انعامات کا ذکر فرماتے تھے جو اللہ نے آپؐ پر نازل فرمائے تو ساتھ ساتھ فرماتے تھے۔ ولا فخر، ولا فخر، ولا فخر، ولا فخر ایک موقع پر بار بار ان عظیم مناقب کا ذکر کیا جن میں آپؐ تنہا تھے۔ کل عالم میں سوائے آپؐ کے اور کسی کو وہ فضیلت نہیں ملی لیکن ساتھ ساتھ فرماتے جاتے تھے ولا فخر۔ مجھے اس پر فخر کوئی نہیں ہے۔ فخر اس لئے نہیں، قابل فخر بات پر اگر کہا جائے فخر نہیں ہے تو مراد یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے کمائی نہیں ہے یہ اللہ کا احسان ہے۔ یہ بھی ایک غیر معمولی آنحضرت ﷺ کا

انداز انکساری ہے جو آپ ﷺ کو خدا سے اور بھی زیادہ قریب کر دیتا ہے اور آپؐ کی محبت کا ایک ذریعہ ہے۔

ہم دنیا کے تجربہ میں یہ دیکھتے ہیں کہ بسا اوقات شعری ذوق سے انسان پہچانا جاتا ہے۔ اگر کسی سے پیار ہو تو جس انداز کا پیار ہو اسی انداز کے شعر پسند آتے ہیں اور اگر ایک انسان خشک مزاج کا ہے تو اسے خشک مزاج کے گرامر کے لحاظ سے اعلیٰ درجے کے بنے ہوئے شعر اچھے لگتے ہیں۔ غرضیکہ ہر شخص کا مزاج اس کے شعروں کے انتخاب پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اسی پہلو سے ایک شاعر نے کہا ہے کہ

کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ؟
شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

(دیوان غالب صفحہ:232)

میرا حال تو نہیں کھلنا تھا مگر میرا شعروں کا انتخاب ایسا تھا جس نے دل کی بات کہہ دی۔ تو آیئے اب میں آنحضرت ﷺ کی پسند کا شعر آپ کو سناتا ہوں تا کہ آپؐ کے دل کا معاملہ بھی ہم پر کھلے کیونکہ یہ معاملہ کھلے بغیر ہمارے دلوں کو حقیقت میں اللہ کی محبت نصیب نہیں ہوسکتی۔

حضرت ابو ھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے لبید شاعر کے متعلق یہ فرمایا کہ بہت سے شاعر بہت کچھ کہتے ہیں مگر جو بات لبید نے کہہ دی کوئی اور شاعر ویسی بات نہیں کہہ سکا۔ لبید کے شعروں کو ایسا خراج تحسین بلکہ دنیا کے کسی شاعر کے شعروں کو ایسا خراج تحسین کبھی نہیں نصیب ہوا جیسے آنحضرت ﷺ نے لبید کو دیا۔ فرماتے ہیں، وہ شعر کیا ہے۔

اَلا کل شیی ء ماخلا اللّٰہ باطل

(صحیح بخاری، کتب مناقب الأنصار،باب أيام الجاهلية)

سنو ہر چیز خدا کے سوا باطل ہے۔ اب یہ شعر آنحضرت ﷺ کے دل میں اس لئے جاگزین ہوا ہے کہ دل کی بات تھی۔ جو بات دل میں ہو اور کوئی دوسرا کہہ دے تو ایسے دل میں جا کے ڈوبتی اور ٹک جاتی ہے کہ اپنی محسوس ہوتی ہے۔ جیسا کہ غالب کہتا ہے۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ، جو اس نے کہا

؎ میں نے یہ جانا کہ، گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

(دیوان غالب صفحہ:242)

مگر اس معاملے میں لبید کا شعر جو آنحضورؐ کے دل پر اثر انداز ہوا ہے یہ اس لئے نہیں کہ جو اس نے کہا وہ بھی دل میں ہے۔ بلکہ جو آپؐ کے دل میں تھا وہ اس کی زبان سے جاری ہوا ہے اور معاملہ برعکس ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کو اس لئے یہ شعر پسند آیا اور یاد رکھیں کہ محبت الٰہی میں جو نمونے آنحضرت ﷺ نے پیش کئے ہیں ان کا ایک نمایاں فرق دنیا کی محبت سے دکھائی دیتا ہے۔

دنیا میں جنسی محبتیں بھی ہوتی ہیں اور غیر جنسی محبتیں بھی۔ جنسی محبت کا یہ خاصہ ہے کہ جس سے محبت ہو اگر کوئی اور اس سے محبت کرے تو اس سے نفرت ہو جاتی ہے۔ یہ عجیب قصہ ہے جتنا آپ کسی کو چاہیں اتنا ہی کسی اور کی محبت دخل انداز ہوتی ہے اور آپ کو بری لگتی ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ بس آپ اتنا ہی چاہیں۔ مگر روحانی محبت اس کے بالکل برعکس ہے۔ آپ جسے چاہتے ہیں، جتنا چاہیں دل چاہتا ہے سب ہی اسے چاہیں، ہر شخص اس کے عشق میں دیوانہ ہو جائے۔ یہ وہ نمونہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے پیش فرمایا اور حیرت انگیز طریق پر دلوں کو چھیڑا کہ ہر دل اللہ تعالیٰ کی محبت میں مبتلا ہو جائے اور ویسے ہی مبتلا ہو جائے جیسے آپؐ ہیں۔ پس یہ وہ مزاج ہے جسے اس آیت کریمہ نے کھول کر بیان فرمایا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اے محمد ﷺ! تیرے دل کی بات یہ ہے تو بتانا چاہتا ہے کہ اگر تم محبت کرنا چاہتے ہو تو مجھ سے سیکھو اور مجھ سے سیکھو گے تو تمہاری محبت آسان ہو جائے گی مجھ سے سیکھو گے تو تمہاری محبت کو پھل لگنے لگیں گے۔

اس لئے جو بے اختیار گہری تمنا ہے کہ سب اللہ تعالیٰ کو ویسا چاہیں جیسے آنحضرت ﷺ نے چاہا یہ اسی جذبے کا اظہار ہے جسے خدا تعالیٰ نے اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمایا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اے محبت کے دعویدارو تمہیں کیا پتا کہ یہ محبت کیا ہوتی ہے۔ آؤ اور میرے پیچھے چلو، محبت کی ساری راہیں میں تم پر آسان کر دوں گا۔ محبت ایک بوجھ نہیں ہوگی بلکہ ایک ایسا پر لطف جذبہ ہو جائے گا جو ایک غیر معمولی طاقت اور جذب کے ساتھ تمہیں کھینچے گا اور تمہارا ہر قدم محبت کی راہ میں آسانی سے اٹھے گا۔ یہ وہ محبت کی کیفیت ہے جو آنحضرت ﷺ کو نصیب تھی اور آپؐ ہی نے ہمیں سکھائی اور آپؐ ہی سے ہم سیکھیں گے کیونکہ اس سے بڑھ کر خدا کی

محبت سکھانے والا اور کوئی نہیں اور بہت ہی باریک راز آپ ﷺ محبت کے متعلق بیان فرمایا کرتے تھے جن میں ہمیشہ ڈوب کر بہت ہی گہرا فلسفہ محبت کا معلوم ہوتا تھا اور بظاہر وہ جواب ایک الگ سا جواب ہے لیکن جب آپ غور کریں تو حیرت انگیز وہ عارفانہ کلام ہے۔

ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ایسا کام بتائیں کہ میں اسے کروں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت کرنے لگے۔ اب یہ سوال وہی ہے جو اس آیت سے تعلق میں ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے۔ وہاں یہی تو مضمون ہے کہ دنیا کو بتا دو کہ اگر محبت کرنی ہے تو پھر میرے پیچھے چلو تب اس محبت کو پھل لگے گا، تب اللہ تم سے محبت کرے گا۔ تو اس نے بعینہٖ یہی سوال کیا کہ مجھے ایسا کام بتائیے کہ جب میں اسے کروں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرنے لگے۔ اب آیت کریمہ کے مضمون کے مطابق جواب ہونا چاہئے اس لئے اس جواب کو اس آیت کے حوالے کے بغیر سمجھا جا ہی نہیں سکتا۔ یہ کوئی خشک جواب نہیں ہے بلکہ اپنے دل کی واردات کو آپؐ نے اس کے سامنے کھول دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہی طریقہ سکھایا ہے کہ جیسے میں کرتا ہوں تم بھی ویسے ہی کرو تو خدا تم سے ضرور محبت کرے گا۔ تو فرمایا ''دنیا سے بے رغبت اور بے نیاز ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا'' اور جہاں تک بنی نوع انسان کی محبت کا تعلق ہے فرمایا ''جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کی خواہش چھوڑ دو لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے''۔ اب یہ دو بڑی گہری حکمت کی باتیں ہیں۔ تعلق باللہ اور تعلق بالناس یعنی ہم جنس لوگوں سے تعلق بڑھانا ہو تو یہ طریق ہے اور خدا سے تعلق بڑھانا ہو تو وہ طریق ہے۔ خدا کے تعلق میں یہ نہیں فرمایا کہ جو خدا کا ہے اسے مانگنا چھوڑ دو، اس کی حرص ترک کر دو بلکہ وہاں کچھ اور بات فرمائی ہے جس کی طرف میں واپس آتا ہوں۔ بنی نوع انسان کے پاس جو کچھ ہے اس کی حرص چھوڑ دو اور یہ خدا اور بنی نوع انسان کے رجحانات کے اندر جو نمایاں فرق ہے یہ اس کو ظاہر کرنے والی بات ہے۔ اگر آپ کی نظر کسی کی دولت، کسی کے محل، کسی کے مکان، کسی کی عورت پر لگ جائے تو وہ ہمیشہ آپ کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کرے گی کیونکہ انسان فطرتاً کنجوس ہے اور یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی چیز پر کسی اور کی نظر لگ جائے۔

بعض دفعہ نوکریوں پر جب لوگوں کی نظر لگ جاتی ہے تو کئی قسم کی شرارتیں اور فساد کرتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں پھر ایک جوابی نفرت پیدا ہوتی ہے۔ ہر شخص جو اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتا ہے

ہر ایسے شخص سے جو اس کی چیزوں کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور حرص کی نگاہ سے اس کی ملکیت کو دیکھتا ہے اس کو طبعاً اس سے ایک خطرہ محسوس ہوتا ہے اور خطرے کے مطابق ایک قسم کی بیگانگی پیدا ہو جاتی ہے یا نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بنی نوع انسان میں تو یہ طاقت نہیں ہے کہ تم ان کی چیزیں چاہو اور وہ پھر بھی تم سے پیار کریں۔ اس لئے ان چیزوں کو دیکھنا ہی چھوڑ دو اور پھر بنی نوع انسان تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس کا پہلے جواب سے تعلق کیا ہے۔ اگر آپ غور کریں گے تو حیران رہ جائیں گے کہ ایک ہی بات کے دو پہلو بیان ہوئے ہیں۔ اگر آپ بنی نوع انسان کی چیزوں سے، بنی نوع انسان کی مملوک سے، جن کے وہ مالک ہیں ان سے غیر معمولی حرص کا تعلق توڑ لیتے ہیں تو ساری حرص کا تعلق توڑ لیتے ہیں اور یہی پہلا جواب تھا کہ تم دنیا سے حرص کا تعلق توڑ لو، بے نیاز ہو جاؤ تو خدا تمہارا ہو جائے گا۔ وہ تم سے پیار کرنے لگے گا۔ لیکن وہ تعلق توڑنا جو ہے اس کی ترکیب ہی ایسی بتائی کہ انسان بھی محبت کرنے لگے اور خدا بھی محبت کرنے لگے۔

سوال چھوٹا سا تھا لیکن جواب بہت عظیم ہے۔ سوال میں ایک دائرے کی محبت پوچھی گئی تھی جواب میں ہر دائرے کی محبت شامل فرما دی گئی اور بنی نوع انسان سے تعلق توڑنے کا نہیں کہا یہ ایک اور حکمت کی بات ہمیں سمجھائی گئی۔ یہ نہیں فرمایا کہ بنی نوع انسان سے تعلق توڑ لو تو خدا تمہارا ہو جائے گا۔ جو بنی نوع انسان سے تعلق توڑتے ہیں خدا ان کا نہیں ہوا کرتا۔ ہاں لوگوں کی ملکیتوں سے وہ نعمتیں جو خدا نے ان کو عطا فرمائی ہیں ان نعمتوں سے حرص کا تعلق کاٹ لو یہ بے نیازی ہے۔ پس بے نیازی ایک عظیم دولت ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ بے نیازی سے زیادہ متمول کرنے والی اور کوئی چیز نہیں اور بے نیازی میں غیر کی چیز کو غیر کا سمجھنا اور اس پہ جلن محسوس نہ کرنا یہ سب سے پہلی سچی علامت ہے کہ آپ کو واقعۃً اس کی حرص نہیں ہے۔ اب جتنے بھی دنیا میں شریکے ہیں اور شریکوں کے مقابلوں میں مصیبتیں دنیا میں پڑی ہوئی ہیں۔ قوموں کی قوموں سے ایک قسم کی جلن پیدا ہو جاتی ہے، حسد پیدا ہو جاتا ہے۔ انسانوں کو انسانوں سے، عورتوں کو عورتوں سے، مردوں کو مردوں سے، بچوں کو آپس میں جلن اور حسد اور اس سب کی بنیادی وجہ وہی ہے جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے کہ وہ لوگ جو ایک دوسرے کی چیزوں کو حرص سے دیکھتے ہیں وہ تب ہی حرص سے دیکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس ہے، ہمارے پاس نہیں ہے اور جتنی ہم چاہتے ہیں وہ ہمارے پاس نہیں وہ اس کے پاس

ہے۔ یہ حسد کا جذبہ پیدا کرنے والا ایک خیال ہے جس کے نتیجہ میں نفرتیں پھیلتی ہیں اور اگر ہر شخص کو یہ یقین ہو جائے کہ جو کچھ میرا ہے وہ میرا ہے اور میرا بھائی اس کو پسند کرتا ہے، اس پر غصہ نہیں کرتا تو اس سے ضرور محبت کرے گا اور یہ روزمرّہ کا تجربہ ہے۔ اگر ایک انسان کسی بھائی کی دولت پر، اس کے اچھے مکان پر، اس کے اچھے مویشیوں پر، اس کے اچھے فن پر، اس کے ذوق و ادب پر خوش ہوتا ہے تو ثابت ہوگا کہ اس کو اس سے کوئی حسد نہیں ہے اور اس حدیث کا مضمون اس پر پوری طرح صادق آئے گا کہ تم تمام انسانوں کی مخلوقات سے، جو کچھ خدا نے ان کو عطا فرمایا ہے ان سے اس حد تک بے نیاز ہو کہ ان کو جو خدا نے نعمتیں بخشی ہیں اس سے تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے بلکہ خوشی نصیب ہو۔ پس اپنے جب کوئی چیز حاصل کرتے ہیں تو دیکھیں آپ کتنا خوش ہوتے ہیں۔ ایک بچے کو کامیابی نصیب ہوگئی سارا گھر خوش ہو جاتا ہے۔ ایک عزیز نے کوئی بڑی نوکری حاصل کر لی سارا گھر خوش ہو جاتا ہے۔ کسی کو کوئی اعزاز مل جائے تو سارا گھر خوش ہو جاتا ہے بلکہ دور والے جو پہلے زیادہ تعلق نہیں بھی رکھتے تھے مگر دل میں تھا وہ ایسے موقعوں پر پہنچ جاتے ہیں مبارکباد دینے کے لئے۔ کچھ جھوٹے بھی چلے جاتے ہیں یہ دکھانے کے لئے کہ ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ جو سچی محبت ہے اس میں اپنے پیارے کو جو ملے گا وہ اپنے آپ کو ملتا ہے اور اس پہلو سے ایک انسان صرف بے نیاز ہی نہیں ہوتا بلکہ متمول ہو جاتا ہے۔

وہ شخص جو سب کی خوشیوں میں شریک ہے اس کی عجیب زندگی ہے۔ جہاں اسے خوشی کی خبر ملتی ہے اس کا دل خوش ہو جاتا ہے۔ وہ جو ہر ایک کے ماحصل کو ناپسندیدگی سے دیکھتا ہے ہر بات پہ جلتا ہے ساری زندگی وہ آگ میں جلتا رہتا ہے۔ پس وہ لوگ جو اس دنیا میں اپنے لئے آگ جلائے رکھتے ہیں اور اس پر جلتے ہیں کیسے ہو سکتا ہے کہ اس دنیا میں انہیں جنت اور طمانیت کی خوشخبری دی جائے۔ یہاں ہم نے اپنے ہاتھوں سے اپنی جہنم بنانی ہے، اپنی جنت بنانی ہے اور اس پہلو سے یہ نسخہ جو حضور اکرم ﷺ نے بیان فرمایا بہت گہرا ہے اور آپؐ کی قلبی کیفیات کا مظہر ہے کیونکہ جواب اس آیت کا جواب ہے جو میں آپ کے سامنے رکھ چکا ہوں۔ اس نے پوچھا تو آیت کا حوالہ تو نہیں دیا۔ پوچھا یہی تھا کہ بتائیں کہ اللہ مجھ سے کیسے محبت کرے میں تو کرتا ہوں۔ تو اپنے دل کی کیفیات ہیں جو کھولی ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے غلاموں کی ہر کامیابی پہ خوش ہوتے تھے

اور اپنے غلاموں کی کسی کامیابی پر آپؐ کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ آنحضرتﷺ کا جو قلبی احساس تھا اس میں تمام صحابہؓ کو جو کچھ ملتا تھا اس کے ساتھ میں ایک لذّت کا جذبہ پیدا کر دیتا تھا۔

پس دیکھو کتنی عظیم کامیابی ہے۔ پہلا طریق وہ ہے جس پہ ہر وہ شخص جو آپ کے قریب نہیں ہے جب اس کو کچھ ملتا ہے آپ کے لئے ایک عذاب بن جاتا ہے۔ اس کا ملنا آپ کے لئے عذاب بن جاتا ہے۔ یہ دوسری صورت میں جو کچھ آپ کے عزیزوں، اقرباء کو یا جاننے والوں کو ملتا ہے آپ کے لئے ایک لذّت کا سامان پیدا کر دیتا ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو اس دنیا میں ایک جنت بنا دیتی ہے اور زندگی کو کتنا آسان کر دیتی ہے۔ اب اسی بات کو جواب کے پہلے حصے کے تعلق میں ہم مزید دیکھتے ہیں۔ فرمایا اگر تم دنیا سے بے نیاز ہو جاؤ تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ سوال یہ ہے کہ کس دنیا سے بے نیاز ہو جاؤ۔ جو اللہ کی دنیا ہے اس سے تو بے نیازی ممکن نہیں ہے۔ دنیا سے بے نیازی کا مطلب ہے غیر اللہ سے بے نیازی۔ ورنہ جو اللہ کی چیز ہے اس سے تو انسان کو پیار ہوتا ہے اگر اللہ سے پیار ہے۔ یہ مضمون آنحضورﷺ نے دوسری جگہ خوب کھول کر بیان فرمایا ہے۔

پس بے نیازی سے مراد دو ہیں۔ ایک یہ کہ دنیا اگر تمہیں تکلیف پہنچاتی ہے اور اس تکلیف کو تم خدا کی خاطر برداشت کرتے ہو اور پرواہ نہیں کرتے کہ دنیا نے تمہیں کیا کہا ہے اور تم سے کیسا سلوک کیا ہے ایسے موقع پر اللہ تم سے ضرور محبت کرے گا اور یہ جو مضمون ہے یہ گہرا انسانی فطرت میں رچا بسا مضمون ہے۔ آپ دیکھیں آپ کے بچے بھی بعض ایسے ہیں جو خود جواب دیتے ہیں دوسرے کی باتوں پر بہت تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو خاموش ہو جاتے ہیں اور صبر سے برداشت کر جاتے ہیں۔ ماں باپ کی نظر ان کے چہروں پر رہتی ہے اور ان کی تکلیف کو زیادہ محسوس کرتے ہیں، ان سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ پس دنیا سے بے نیازی اگر ان معنوں میں ہے کہ دنیا خدا کی خاطر تکلیفیں پہنچاتی ہے اور آپ خدا کی خاطر خاموش ہو جاتے ہیں اور صبر کرتے ہیں تو یہ وہ بے نیازی ہے جو لازماً اللہ کی محبت کو کھینچے گی۔

دوسرے بے نیازی اللہ کے تعلق کے حوالے سے ہے۔ اگر آپ کو دنیا سے ایسا پیار ہے کہ خدا کے پیار کے رستے میں حائل ہو جاتا ہے تو اسے دنیا سے بے نیازی نہیں کہا جا سکتا۔ دنیا سے بے نیازی اللہ کے تعلق میں صرف یہ معنے رکھتی ہے کہ جہاں بھی دنیا خدا سے ٹکراتی ہے اور خدا کے تعلق اور

دنیا کے تعلق کے درمیان ایک فیصلہ کرنے کا وقت آتا ہے ہر ایسے موقع پر دنیا سے بے نیاز ہو جاؤ۔ مگر آپ نے یہ نہیں فرمایا ہر ایسے موقع پر بے نیاز ہو جاؤ۔ آپ فرماتے ہیں دنیا سے بے نیاز ہو جاؤ۔ یہ اس لئے ہے کہ ہر ایسے موقع پر بے نیاز ہی ہے جو کامیابی سے اس امتحان سے گزرتا ہے۔ بے نیازی ایک دائمی کیفیت کا نام ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اس موقع پر سوچ کر یہ فیصلہ کرو کہ اللہ کو لینا ہے اور دنیا کو چھوڑنا ہے۔ آپ نے ایک دائمی کیفیت کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک انسان کے دل میں ہمیشہ ہمیش کے لئے یہ جذبہ مرتسم ہو جائے، اس پر لکھا جائے، چھپ جائے کہ خدا کے سوا مجھے کسی چیز سے پیار نہیں ہوگا اگر وہ خدا سے ٹکراتی ہے۔ لیکن اللہ کے حوالے سے غیروں سے پیار کرنا یہ فطرت کے خلاف نہیں ہے بلکہ فطرت کے عین مطابق ہے۔

پس اس دوسرے پہلو کی طرف بھی میں آنحضرت ﷺ کے حوالے سے روشنی ڈالوں گا کیونکہ گزشتہ خطاب کے بعد مجھے ایسے پیغامات ملے ہیں جس میں کچھ لوگ بے چارے پریشان سے ہو کے رہ گئے ہیں۔ کہتے ہیں آپ نے تو کہا ہے اور قرآن اور حدیث کے حوالے سے کہا ہے کہ خدا کی محبت کے سوا باقی سب کچھ فانی، جھوٹ ہے۔ سب قصہ ہے اس کے سوا کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ تو ہمیں تو اپنے ایمانوں پر شبہ پڑ گیا ہے۔ ہم تو اپنے ماں باپ سے بھی محبت کرتے ہیں، اپنے پیاروں سے بھی محبت کرتے ہیں، بیویاں خاوندوں سے محبت کرتی ہیں، خاوند بیویوں سے محبت کرتے ہیں۔ ہم کہاں جائیں گے اگر یہ سب شرک ہی کی نشانی ہے۔ اگر ان محبتوں کے نتیجہ میں ہم خدا کی محبت سے محروم ہو جائیں گے تو ہمیں سمجھائیں کہ پھر کیا علاج ہے۔ ہم کیسے اس مقصد کو پالیں جو آپ نے اللہ کی محبت کے حوالے میں بیان فرمایا۔ تو میں پھر اس مضمون کی طرف لوٹوں گا مگر سرِ دست ایک حدیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو دل کے اوپر ایک غیر معمولی، ایک بہت ہی گہرا اثر کرنے والی حدیث ہے۔ دل پہ قابض ہو جاتی ہے لیکن یہ ایک ایسی حدیث ہے جسے سمجھنا آسان بھی نہیں ہے۔ کئی غلط فہمیاں بھی ہو سکتی ہیں۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس کوئی جنگی قیدی لائے گئے جن میں عورتیں بھی تھیں اور بچے بھی تھے۔ ان عورتوں میں سے ایک عورت جس کسی بچے کو دیکھتی اس کو دودھ پلانا شروع کر دیتی، اس سے محبت کا اظہار کرتی اور لوگ سمجھتے تھے کہ دیوانی ہو گئی ہے۔ اس کیفیت کو

جب دیکھا تو آنحضرت ﷺ نے ہمیں فرمایا۔ ہاں اس کا قصہ یہ تھا کہ اس کا بچہ کھویا گیا تھا اور چونکہ بچے سے پیار تھا اس لئے اس کے حوالے سے ہر بچے سے پیار ہو گیا۔ ہر بچہ اپنا دکھائی دینے لگا اور یہی مضمون ہے جو ایک عرب شاعر نے اس حوالے سے بیان کیا ہے کہ میرا بھائی جس مقام پر دفن ہے وہ اگرچہ الگ مقام ہے لیکن مجھے تو جہاں بھی کوئی قبرستان دکھائی دیتا ہے اس کا نام وہی لگتا ہے جو میرے بھائی کے مدفن کی جگہ کا نام ہے۔ میں ہر قبر پر اسی طرح گریہ وزاری کرتا ہوں جیسے اپنے بھائی کی قبر پر گریہ وزاری کرتا تھا کیونکہ یاد رکھو کہ ایک غم دوسرے غم کو ابھار دیا کرتا ہے، ایک محبت دوسری محبت کو چھیڑ دیتی ہے۔ پس یہی کیفیت اس عورت کی تھی کہ جس بچے کو دیکھتی اسے سینے سے لگا لیتی، اسے دودھ پلاتی، اس سے پیار کا اظہار کرتی۔ آنحضرت ﷺ نے اس عورت کو دکھا کر صحابہؓ سے پوچھا کہ بتاؤ کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہرگز نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر اس عورت کے اپنے بچے پر رحم کرنے سے زیادہ رحم کرنے والا ہے وہ کیسے بندوں کو آگ میں پھینک دے گا۔

(صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الولد و تقبیله و معانقته)

اب یہ جو مضمون ہے یہ بہت ہی لطیف ہے بہت ہی دل پر اثر پیدا کرنے والا ہے مگر اس کی حکمت سمجھنی ضروری ہے ورنہ یوں معلوم ہوگا جیسے قرآن کریم کے ان تمام وعید کو آنحضرت ﷺ غلط قرار دے رہے ہیں جہاں جہنم کی باتیں ہیں اور بڑے یقین اور تحدی کے ساتھ فرمایا جا رہا ہے کہ لازماً یہ بات ہو کے رہے گی اور خدا کی طرف سے ایک ''حقاً'' وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا کہ لازماً جہنم کو بد لوگوں سے بھر دیا جائے گا۔

تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر یہ حدیث اس کے مقابل پر کیا معنے رکھتی ہے اور حدیث بھی ایک عام کتاب کی نہیں بلکہ بخاری کتاب الادب سے لی گئی ہے جو مستند کتابوں میں سے ایک اہم مستند کتاب ہے۔ تو اصل بات یہ ہے کہ یہاں اس مضمون کی چابی لفظ بندے میں ہے۔ وہ بچے جو ماؤں کے بچے بن کے نہیں رہتے جو ماؤں کے بچے ہوتے ہوئے بھی غیروں کے ہو جاتے ہیں بسا اوقات مائیں ان کو بد دعائیں بھی دے دیتی ہیں اور خود میرے سامنے ایک ایسا واقعہ ہوا کہ ایک عورت نے بستر مرگ پر اپنے بچے کو بد دعا دی صرف اس لئے کہ اس کا خدا سے تعلق ٹوٹ گیا تھا اور چونکہ اس

عورت کا خدا سے گہرا تعلق تھا اس لئے اس نے بددعا دی اور میں حیران رہ گیا لیکن اس وقت میں سمجھا کہ خدا کا عشق اس پر اتنا غالب ہے کہ اپنے بیٹے کو بددعا دے رہی ہے کیونکہ اس کا خدا سے تعلق ٹوٹ گیا تھا۔ پس یہ چیز حقیقۃً ممکن ہے اور انسانی فطرت میں بھی اس کے نظارے دکھائی دیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا بیان کرتے ہوئے شیطان کے ساتھ ایک گفتگو کو ایک تمثیل کے طور پر پیش فرمایا ہے۔

جب شیطان نے یہ کہا تو یہ جو مخلوقات ہیں آدم کی اولاد ان پر مجھے اپنا اثر ڈالنے کے لئے قیامت تک کے لئے چھٹی دیدے اور پھر دیکھ کہ کتنے ہیں جو تیرے ساتھ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا چھٹی ہے۔ تو اپنے گھوڑے بھی چڑھالا ان پر، اپنے پیادے بھی لے آؤ۔ ان کے آگے سے، پیچھے سے دائیں اور بائیں سے ان پر حملے کرو اور جو کچھ بن سکتا ہے بناؤ اور ان بندوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرو مگر یہ یاد رکھو جو میرے بندے ہیں ان پر تجھے کوئی دسترس نہیں ہوگی۔ جو تیرے ہیں تو ان کو لے جاوہ تو میرے نہیں ہیں اور پھر قیامت کے دن میں تجھے بھی اور ان کو جنہوں نے تیرا ساتھ دیا تھا جنہوں نے مجھ سے بندگی کے تعلق توڑ لئے تھے آگ میں پھینک دوں گا۔ تو یہ جو حدیث ہے یہ قرآن کریم کی اس آیت کے حوالے سے حل ہوتی ہے۔

آنحضرت ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ تم اگر خدا کا بندہ بننا سیکھ جاؤ اگر اس کے بندے ہو جاؤ اور عبادالرحمٰن والی صفات اپنے اندر پیدا کرو تو خدا کی قسم خدا تمہیں کبھی آگ میں نہیں ڈالے گا۔ ناممکن ہے کہ تمہیں آگ چھوئے اور اسی مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار (درثمین اُردو: 154)

اور اس دنیا میں بھی اس مضمون کو اطلاق فرمایا ہے۔ فرمایا بڑے بڑے ابتلا آئیں گے دنیا میں خوفناک جنگیں ہوں گی بڑی بڑی ہلاکتیں ہیں جو تمہارے سامنے منہ پھاڑے کھڑی ہیں لیکن گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ آگ تو ہے مگر جو خدائے ذوالعجائب سے محبت کرتے ہیں ان پر آگ حرام کر دی جائے گی۔ پس اس دنیا کی جہنم سے بچنے کا بھی یہی طریق ہے کہ ہم اللہ کے بندے بن جائیں اور بندہ بنے بغیر یہ توقع رکھنا کہ خدا کا رحم غالب ہے یہ حماقت ہے کیونکہ قرآن کریم نے اس

مضمون کو خوب کھول کر الگ الگ بیان فرما دیا ہے۔اس میں کوئی جذباتیت نہیں ہے، گہرے حقائق ہیں جو قرآن اور احادیث ہمارے سامنے رکھتے ہیں۔

پھر آنحضرت ﷺ کے اظہار محبت کے متعلق کہ کیسے آپؐ خدا کی محبت اور پیار اور جلال کے احساس سے لرزاں ہو جایا کرتے تھے ایک حدیث ہے۔یہ مسند احمد بن جنبل سے لی گئی ہے۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے یہ آیت پڑھی وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (الزمر:68) کہ آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہیں یا لپیٹے جائیں گے۔پاک ہے وہ ان باتوں سے جو وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ نے یہ آیت پڑھی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بڑی طاقتوں والا اور نقصان کی تلافی کرنے والا ہوں میرے لئے ہی بڑائی ہے۔میں بادشاہ ہوں۔میں ایک بلند شان والا بادشاہ ہوں۔تمام بادشاہوں میں سب سے بڑھ کر اور میرے لئے ہی بڑائی ہے۔اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنی ذات کی مجد اور بزرگی بیان کرتا ہے۔آنحضرت ﷺ خدا کے مجد اور بزرگی کے اس بیان کو اس طرح دہرانے لگے اور ایسے وجد میں آئے کہ راوی بیان کرتا ہے کہ سارا منبر لرزنے لگا اور اس قوت اور شان کے ساتھ اس گہرے جذبہ عشق کے ساتھ آپؐ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے لگے اور یہ فقرے بار بار دہرانے لگے کہ ہمیں ڈر تھا کہ منبر اس لرزش سے ٹوٹ کر کہیں آپ کو بھی ساتھ نہ لے گرے۔یہ وہ کیفیت تھی جو بنائے نہیں بنا کرتی ،ایک بے اختیار کیفیت ہے۔

پس اس پہلو سے اگر ہم اپنی محبت کو جانچنا چاہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ کیا اللہ کے ذکر پر ہمارے دل پر ایک زلزلہ طاری ہوتا ہے کہ نہیں۔کیا ہمارے بدن اور روئیں روئیں میں خدا کا پیار دوڑنے لگتا ہے یا نہیں اور اگر ایسا نہیں ہے اور وہ ذکر محض ایک ذکر ہے جو زبان پر جاری ہو کر دوسرے کانوں تک تو پہنچتا ہے مگر دل تک نہیں پہنچتا تو پھر یہ محبت نہیں ہے۔اس کا جو چاہیں نام رکھ لیں یہ محبت نہیں۔**خدا کا نام تو اتنا پیارا نام ہے کہ جب وہ محبت کرنے والے کے دل پر پڑتا ہے تو اس سے بڑی میوزک اور کوئی نہیں۔اس سے اعلیٰ درجے کا پرسرور نغمہ ممکن نہیں ہے**۔ذکر الٰہی اپنی ذات میں ایک ایسا نغمہ ہے جس کی کوئی مثال دنیا کے نغموں میں نہیں ملتی اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اس ذکر الٰہی کے متعلق فرماتا ہے تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ (الزمر:24) یہ ذکر تو ایک ایسی شان رکھتا ہے کہ خدا سے محبت کرنے والوں کے

بدن پر ان کی جلدوں پر جھرجھریاں طاری ہو جاتی ہیں اور واقعۃً جب کسی سے محبت کا جذبہ بھڑکے تو کئی دفعہ انسان کانپ جاتا ہے اور ایک جھرجھری سی طاری ہو جاتی ہے۔ پس یہ وہ محبت کا انداز ہے جو آنحضرت ﷺ نے ہمیں سکھایا۔ اس محبت کے بغیر ہماری زندگیاں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ ہم حقیقت میں اللہ کی محبت کے دعوے تو کریں گے مگر محبت کی حقیقت کو نہیں پاسکیں گے۔

حضرت مسیح موعودؑ اس محبت کے اظہار کو جس طرح، جس جس طریق سے بیان فرماتے ہیں اس کی کوئی مثال اس زمانے میں ہمیں دکھائی نہیں دیتی۔ درثمین کے حوالے سے جو میں نے مضمون شروع کیا تھا انشاء اللہ میں آئندہ کسی وقت اس کو آگے بڑھاؤں گا۔ چونکہ آج ہمیں باہر بھی جانا ہے اور وقت تھوڑا رہ گیا ہے اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے ہی سے ایک اور نظم سے میں چند شعر آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

تیرے کُوچے میں کن راہوں سے آؤں
وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں

اللہ تعالیٰ سے پوچھتے ہیں کہ بتا میں کن رستوں سے تیرے کوچے تک آؤں۔ کون سی خدمت ہے جو مقبول ہوگی۔ آنحضرت ﷺ کے دل سے یہی سوال اٹھتے رہے جن کے جواب قرآن کریم میں نازل ہوتے رہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بھی آتا ہے۔ آپ نے عرض کیا وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا (البقرۃ:130) اے اللہ ہم چاہتے ہیں کہ تیری راہ میں وہ قربانیاں پیش کریں جو تجھے پسند ہیں مگر جانتے نہیں کہ وہ کیا ہیں۔ اس لئے تو ہمیں دکھا کہ یہ بھی قربانی کی راہ ہے جو مجھے پسند ہے۔ وہ بھی قربانی کی راہ ہے جو مجھے پسند ہے۔ تو راہیں کھول اور پھر ان راہوں میں آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ یہی جذبہ ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے دل سے اٹھتا ہے:

تیرے کُوچے میں کن راہوں سے آؤں
وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں
محبت ہے کہ جس سے کھینچا جاؤں
خدائی ہے خودی جس سے جلاؤں

ایک ہی رستہ دکھائی دیا ہے کہ محبت کروں اور خدا کے نام سے اپنی خودی کو جلا دوں ۔تو جو بے نیازی کا مضمون ہے وہ بھی محبت کے ذریعے نصیب ہوسکتا ہے ورنہ ناممکن ہے کہ انسان دنیا سے بے نیاز ہو جائے۔

اب یہ نکتہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں سمجھایا کہ آنحضرت ﷺ جب فرماتے ہیں کہ بے نیازی کرو تو کس چیز سے، جب تک کسی اور سے اس سے بڑھ کر محبت نہ ہو، بے نیازی نہیں ہوسکتی۔ یہ قانون قدرت ہے جس پر لازماً عمل درآمد ہوگا۔اس میں کوئی تبدیلی نہیں۔کتنا ہی کسی سے پیار ہو اگر وہ اس کی گستاخی کرتا ہے جس سے زیادہ پیار ہے، اس کے رستے میں حائل ہوتا ہے جس سے آپ زیادہ محبت کرتے ہیں تو اچانک وہ بالکل بے حیثیت اور بے حقیقت ہو کے دکھائی دے گا۔اس کی ساری محبت زائل ہو جائے گی۔پس فرمایا:

؎ خدائی ہے خودی جس سے جلاؤں

خدا کو اپنے اوپر طاری کر دوں اور اپنی نفسانیت کے ہر پہلو کو خاکستر دوں۔

؎ محبت چیز کیا کس کو بتاؤں
وفا کیا راز ہے کس کو سناؤں
میں اس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں
یہی بہتر کہ خاک اپنی اڑاؤں (درثمین اردو:54)

فرمایا میرے دل میں تو آندھی چل پڑی ہے اللہ کی محبت کی۔کیسے چھپاؤں؟۔میرا جسم خاک ہو کے اڑ جائے اس آندھی سے تو یہ بھی مجھے منظور ہے۔مگر کاش دنیا کو پتا چلے کہ محبت الٰہی ہوتی کیا ہے۔

پس محبت کی راہیں سیکھنی ہیں تو آنحضرت ﷺ سے ہی سیکھی جائیں گی اور اس دور میں اس محبت کے عنوان کو دوبارہ جس نے زندہ کیا ہے وہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ ہیں۔پس آنحضور ﷺ کو دیکھنا ہے تو حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھ سے دیکھیں اور خدا کو دیکھنا ہے تو محمد ﷺ کی آنکھ سے دیکھیں۔یہی ایک رستہ ہے جو محبت الٰہی پیدا کرنے والا ہے، اس کے علاوہ سب قصے اور کہانیاں ہیں۔